تلخیص مقالہ پی ایچ ڈی:

# عصری عائلی مسائل اور اسلامی تعلیمات

شاہدہ پروین*

طاہرہ بشارت**

جامعات کا ایک مقصد علم وفنون کی مختلف کوششوں کی نقاب کشائی کرنا ہے۔ دنیا بھر کی جامعات ایم ایس اور پی ایچ ڈی کی سطح پر محققین سے مقالات تحریر کرواتی ہیں۔ ایسے بہت کم مقالات ہوتے ہیں جو طبع ہوکر منظر عام پر آتے ہیں۔ اگر چہ بعض مقالات کی فہارس اور اشاریہ سازی بھی ہوتی ہے تاہم اس کی افادیت بھی محدود ہی رہتی ہے۔ جہات الاسلام کے ان صفحات میں ہم ایک مستقل سلسلہ 'پی ایچ ڈی کے مقالہ کی تلخیص' کے عنوان سے شروع کررہے ہیں تا کہ قارئین مقالہ کے مندرجات سے آگاہ ہوسکیں۔ اردو، عربی اور انگریزی زبانوں میں سے کسی بھی زبان میں ہونے والے مقالہ جس پر ڈگری ایوارڈ کی جاچکی ہو تحقیق نگار اور نگران تحقیق کے مشترکہ نام سے شائع کیا جائے گا۔ مختلف جامعات سے علوم اسلامیہ میں ڈگری مکمل کرنے والے مقالات کا خلاصہ ۸ تا ۱۰ صفحات میں ارسال کیا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ۲۰۰۹ء میں مکمل ہونے والا پی ایچ ڈی مقالہ کی تلخیص پیش خدمت ہے۔ (مدیر)

معاشرے کا سب سے اہم اور بنیادی ادارہ خاندان ہے۔ معاشرے کی بقا اس ادارے کے بغیر مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ اگر یہ ادارہ اپنی کارکردگی میں درست ہو تو معاشرہ درست رہے گا اور اگر اس میں بگاڑ پیدا ہوجائے تو پورا معاشرہ فساد اور بگاڑ کی نظر ہوجائے گا۔ اس کا سنوار معاشرے کا سنوار اور اس کا بگاڑ معاشرے کا بگاڑ ہے۔ معاشرتی اداروں میں یہ اتنا ہی اہم ہے جتنا انسانی جسم میں دل۔ یہ انسانی نسل کے تحفظ و بقا کا ضامن ہے۔ معصوم مسکراہٹیں یہیں پروان چڑھتی ہیں۔ اس ادارہ کی بنیاد نکاح ہے۔ نکاح وہ معاہدہ ہے جس کے تحت دو افراد شریک سفر بن کے ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور- پاکستان

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور- پاکستان

یہ بندھن فریقین پر ایک دوسرے کے حقوق و فرائض متعین کرتا ہے۔ بچوں کی پرورش و تربیت اور فلاح والدین پر لازم آتی ہے۔ یوں بچے اپنی پرورش پرداخت کے لیے کسی غیر کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ والدین کی گہری اور بے لوث محبت ان کے لیے چھت بن جاتی ہے اور زوجین اخلاص، محبت اور پیار سے نئی نسل کو پروان چڑھاتے ہیں۔ شادی نہ صرف افراد کے درمیان تعلق کو مضبوط اور پائیدار بناتی ہے۔ بلکہ معاشرے کو صنفی جذبات کے آتش فشاں سے محفوظ رکھتی ہے۔ اس معاہدے کے بغیر قائم ہونے والا صنفی تعلق معاشرے میں انارکی پھیلا دیتا ہے اور معاشرتی سکون کے بخیے ادھیڑ کے رکھ دیتا ہے۔ نئی نسل بوجھ بن جاتی ہے۔ بچے کچرے کے ڈھیروں پر پڑے ملتے ہیں۔ اور نسب اپنی پہچان اور شناخت کھو دیتا ہے۔ تمدن کے ابتدائی ادوار سے لے کر آج تک ہر عہد اور معاشرے میں عورت اور مرد کا قابل احترام تعلق شادی ہی رہا۔

عصر حاضر میں مشرق ہو یا مغرب، عائلی زندگی امتحانوں کی زد میں ہے۔ صنعتی دور کی تیز رفتار ترقی نے رشتوں کے تعلق کو کمزور کر کے عائلی ادارہ کے گرد مسائل کا انبار لگا دیا ہے۔ مرد اور عورت کا تعلق حلیف اور ساتھی کا نہیں بلکہ رقیب کا بن چکا ہے۔ شادی کا تعلق انتہائی کمزور اور بچوں کی اکثریت قانونی اور اختیاری والدین کی تلاش میں ہے۔ مرد بے سکون ہو کر وحشی پن پر اتر آیا ہے۔ عورت اپنی ذات کی پہچان کے لیے چوراہوں پر پریشان کھڑی ہے۔ ذرائع ابلاغ کی تیز رفتار ترقی نے مسائل کو محض مغرب تک محدود نہیں رہنے دیا۔ بلکہ مسلم معاشرہ کی چار دیواری میں بھی نقب لگ چکا ہے۔ مسلم معاشرے بھی کئی تمدنوں اور انقلاب کے زیر اثر اپنی حقیقی شناخت کھو چکے ہیں۔ رسوم و رواج نے حقیقی اسلامی تعلیمات سے دور کر دیا ہے۔ گھروں کے بننے اور ٹوٹنے کی رفتار تقریباً برابر ہو چکی ہے۔ عورت اور مرد کی رفاقت اپنی حقیقی روح کھو کر رقابت بنتی جا رہی ہے۔ عائلی ادارہ پاکستانی معاشرے میں بھی بری طرح متاثر ہوا ہے۔ عدالتیں فیملی کیسوں سے اٹی پڑی ہیں اور گھر محبت سے خالی ہوتا جا رہا ہے۔ ان تمام مصائب کا علاج، ان تمام دکھوں کا مداوا صرف اور صرف شریعت اسلامیہ کی پیروی میں مضمر ہے۔ اس تحقیق میں عائلی نظام کی اہمیت، درپیش مسائل اور اسباب کا جائزہ لینے کے لیے تحقیقی کام کو سات ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

## باب اول: عائلی نظام کا تعارف و اہمیت

یہ باب تین فصلوں پر مشتمل ہے۔ فصل اول ''عائلی زندگی ...... ارتقاء اور اہمیت'' ہے۔ اس فصل میں عائلی زندگی کا مفہوم اور تعارف بیان کیا گیا ہے۔ عائلہ خاندان کو کہتے ہیں۔ اسی سے افرادِ خاندان کے لیے لفظ عیال نکلا ہے۔ عائلی زندگی، اولین انسان کے دنیا میں آتے ہی وجود میں آگئی۔ سب سے پہلا عائلی جوڑا حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام پر مشتمل تھا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ارضی دنیا کی آبادکاری اس ادارے کے بغیر ناممکن

تھی۔ اسی لیے اس کا آغاز هبوطِ آدم کے ساتھ ہی کیا گیا۔ انسان کی نفسیاتی، روحانی اور جسمانی ضرورتوں کی تکمیل اس کے بغیر ناممکن تھی۔ ساتھی کے بغیر ہر سفر مشکل اور زندگی کا ہر پل بے رونق ہوتا ہے۔ انسانی ساتھ روح کے خلا کو پر کرتا ہے۔ جسم کے تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اخلاقی تحفظ بھی فراہم کرتا ہے۔ عائلی زندگی اولین معاشرتی نظم ہے۔ یہ بچوں کی تربیت کا بہترین انتظام ہے۔ جسے صدیوں پر محیط عقل اور تجربہ دونوں تسلیم کر چکے ہیں۔ عائلی زندگی کی تشکیل دو افراد کے باضابطہ بندھن سے وجود میں آتی ہے۔ یہ ادارہ ہر مذہب اور ہر معاشرے میں موجود رہا ہے۔ اس کی ہیئتیں اور شکلیں اگرچہ مختلف ادوار میں مختلف ہوتی رہیں۔ تاہم ہر دور میں سلیم الطبع لوگوں نے بے ضابطہ تعلق کو سند قبولیت نہیں دی۔ عورت عائلی زندگی کا نصف ہے۔ اگر یہ نصف حصہ بہتر نہ ہو تو عائلی زندگی سے مقاصد کا بھرپور حصول ناممکن نہیں ہوتا۔ مختلف مذاہب اور معاشروں میں عورت کی حیثیت زیر و زبر ہوتی رہی۔ وہ جو زندگی کا باعث تھی خود حقیقی زندگی کے حصول میں اکثر ناکام رہی۔ کہیں زندہ وجود کو دفن کرنے کی رسم نے اس کا پیچھا کیا تو کہیں چتا کے شعلوں نے اس کو جلا کر بھسم کر دیا۔ عصر حاضر میں بھی عورت صنعتی ترقی کا مہرہ ہونے کے باوجود عائلی زندگی میں اپنے اس نصف مقام سے محروم ہے۔ عائلی حالات دن بدن بے سکونی اور بے اطمینانی کے باعث جھگڑوں میں گھرتے جا رہے ہیں۔

فصل دوم ''عائلی نظام کی اہمیت اور اسلامی تعلیمات'' ہے۔ اس فصل میں یہ جائزہ لیا گیا کہ اسلام انسان کی اس بنیادی ضرورت کے پورا کرنے کا اہتمام کس طرح کرتا ہے۔ اسلام کی نظر میں عائلی زندگی کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی خاص نشانیوں میں سے قرار دیا ہے۔ اسے مودت و رحمت اور باعث سکون بنایا ہے۔ گویا یہ انسانی روح اور جسم کو بے منزل مسافتوں سے بچانے کا فطری اہتمام ہے۔ اس کو نصف دین قرار دیا گیا ہے۔ فطری ضرورتوں کی تکمیل کا دارو مدار اس پر رکھا گیا۔ عورت کو بہت اہم مقام اور حیثیت دی گئی۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے اپنی من پسند اشیاء میں سے قرار دے کر وقار بخشا۔ بطور بیوی اس کے ساتھ حسن معاشرت کی بار بار تاکید کی اور اپنے اسوۂ حسنہ سے اس کی عملی تفسیر مرتب فرمائی۔ نکاح کو بہت زیادہ اہمیت دی۔ بار بار اس کی ترغیب دلانے کے ساتھ ساتھ اس سے دور لے جانے والے تمام راستے مسدود کر دیئے۔ زنا اور نکاح متعہ کو حرام قرار دیا تاکہ انسانی نسب محفوظ رہے۔ معاہدۂ نکاح کو خاص مقام بخشا۔ اسے احصان سے تعبیر کیا گیا۔ اور اس کے پختہ اور مضبوط ہونے کی ضمانت دی گئی۔ نکاح کے ذریعے ہی نوع انسانی کی بقا اور تحفظ ممکن ہے۔ نکاح اخلاقی گندگیوں سے پاک رکھتا ہے۔ جنسی تشنگی سے بچانے کا فطری انتظام ہے۔ اور اعلیٰ معاشرتی خصائص مثلاً احساس ذمہ داری مقاصدِ زندگی کی تکمیل، ایثار و قربانی کا جذبہ، معاشرتی و معاشی تحفظ اور تعلقات کے دائرے میں وسعت پیدا کرتا ہے۔ نکاح کی اس

اہمیت کے پیش نظر ایک سے زیادہ لیکن محدود نکاحوں کی اجازت دی۔

فصل سوم ''اسلام کے عائلی نظام کے خدوخال'' پر مشتمل ہے۔اس میں معاہدہ نکاح کے طریقہ کار، شروط و لوازمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اسلام عائلی زندگی کو بامقصد بنانے کے لیے ہر جبر کا خاتمہ کرتا ہے اور اس زندگی کے آغاز میں فریقین کی پسند و ناپسند کو بہت اہمیت دیتا ہے۔ عائلی زندگی کو تقدس اور پاکیزگی بخشنے کے لیے کچھ رشتوں کو نکاح کے ضمن میں ممنوعہ قرار دیتا ہے۔نسبی اعتبار سے سات عورتیں، صہری اعتبار سے چار عورتیں اور رضاعی اعتبار سے بھی سات عورتوں کو حرام قرار دیتا ہے۔ تاکہ قریبی دائرہ کار میں رہنے والی عورتوں کے لیے نفس پاکیزہ جذبات اور احساسات رکھے۔ معاہدہ نکاح کو سماجی اور مذہبی تحفظ عطا کیا۔ خطبۂ نکاح میں بار بار یاددہانی کروائی گئی کہ نکاح محض داعیات کی تسکین کا سفر ہی نہیں بلکہ رضائے الٰہی کے حصول کا باعث بھی ہے۔ افراد خاندان کو ایک دوسرے کے لیے ذمہ دار قرار دیا گیا۔ ولی کی سرپرستی کو لازم قرار دیا۔ فریقین پر ایک دوسرے کے حقوق لازم کیے گئے اور عائلی قوانین مثلاً طلاق، خلع، عدت، ظہار، لعان وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی۔ عائلی زندگی کو محفوظ بنانے کے لیے چادر اور چاردیواری کا تصور بخشا گیا۔ستر وحجاب کے معاون احکام نازل کیے گئے اور اس قلعہ کی نگہبانی مرد کے مضبوط شانوں پر ڈالی گئی۔

باب دوم: عائلی قوانین اور مسائل کا جائزہ

فصل اول عائلی قوانین کی اہمیت اور قوانین کا مختصر جائزہ ہے۔ اس میں عائلی قوانین کے معنی ومفہوم پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ اس کی اہمیت اور دائرہ کار کا تعین بھی کیا گیا ہے۔قوانین ازدواج کسی بھی معاشرے کی روح ہیں۔ معاشرے کا تحفظ ان قوانین کی پیروی میں مضمر ہے۔مختلف مذاہب اور معاشروں میں عائلی زندگی کو منضبط کرنے کے لیے قوانین موجود رہے۔ موجودہ مغربی ممالک کے عائلی قوانین کا مختصر جائزہ لیا گیا۔ اس کے لیے دو نمائندہ ممالک امریکہ اور برطانیہ کو منتخب کیا گیا۔ اسلام عائلی مسائل کو انسانی عقل کے معیار پر پرکھنے کے لیے نہیں چھوڑتا بلکہ ان کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ اسلام مسائل کا نہ صرف اخلاقی حل پیش کرتا ہے بلکہ مجبوری کی صورت میں قانونی راستے بھی بند نہیں کرتا۔ بلکہ بہترین قانون اور اس کی تنفیذ کے لیے مکمل نظام عطا کرتا ہے۔ اس ضمن میں عائلی احکام اور ان کی فوقیت و برتری ے اسباب کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اسلامی ممالک میں عائلی قوانین کے ارتقاء کا جائزہ لیتے ہوئے اہم اسلامی ممالک کے عائلی قوانین کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا اور پاکستان کے وجودہ عائلی قوانین ۱۹۶۱ء کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

فصل دوم ''عصری عائلی مسائل، وجوہ و اسباب'' ہے۔ اس فصل میں جائزہ لیا گیا ہے کہ عصری مسائل سے کیا

مراد ہے اور ان مسائل کی نوعیت اور دائرہ کار کا تعین کیا گیا ہے۔ عائلی زندگی کی تشکیل و تنظیم سے متعلقہ مسائل پر غور کیا گیا اور خدانخواستہ علیحدگی ہو جائے تو کیا مسائل درپیش ہیں ان پر روشنی ڈالی گئی۔ عصری عائلی حالات کا جائزہ لیا گیا۔ مغرب میں عائلی زندگی اپنا مقام کھو چکی ہے اور کردار بھولت جا رہی ہے۔ بے سکون نسلیں زندگی کا سکون غارت کرنے کا باعث بن رہی ہیں۔ مسلم معاشرے بھی اس راستے پر مغرب کے ہم سفر بنتے جا رہے ہیں مومن کی تربیت کا مرکز اپنے بنیادی مقصد اور منصب کو بھولتا جا رہا ہے۔ مشرق میں بھی زندگی بے اطمینانی کے سفر پر نکل پڑی ہے جسے بچانا انتہائی ضروری ہے۔ ہماری تحقیق کا دائرہ کار عمومی طور پر پوری دنیا اور عالم اسلام اور خصوصی طور پر پاکستانی معاشرہ تھا۔ عائلی مسائل میں روز افزوں اضافہ نے ہر صاحب فکر و نظر کو آنکھیں کھولنے اور کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اب تو عوام الناس بھی اس آگ کی تپش محسوس کرنے لگ گئے ہیں ۔ عائلی مسائل میں اضافہ کی وجوہات، اسلامی تعلیمات کا فقدان، عائلی فرائض سے عدم توجہی، قوامیت کا نامناسب استعمال، عورت کی ملازمت، زوجین کے انتخاب کے معیار، علاقائی رسوم و رواج کی پیروی، دیگر اقوام کے ساتھ معاشرت کے اثرات، حقوقِ نسواں سے صرف نظر کرنا، عدالتوں کا نامناسب کردار، شیطانی حربے اور ذرائع ابلاغ کے اثرات ہیں۔ ان کا جائزہ لیا گیا۔

## باب سوم: عائلی زندگی کی حیثیت سے متعلقہ مسائل

یہ باب دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ فصل اول مغربی معاشرہ سے متعلقہ مسائل ہیں۔ مغرب میں عائلی ادارہ تباہی سے دوچار ہے۔ مکان موجود ہیں لیکن گھر نظر نہیں آتا۔ شادی کے بندھن سے ذمہ داریوں کی بنا پر گریز کیا جاتا ہے۔ آزاد شہوانی تعلق مقصد زندگی بن چکا ہے۔ سڑکیں اور چوراہے جنسی تسکین کے مرکز بن چکے ہیں۔ جنسی بھوک اور اشتہا کی کثرت نے ہم جنس پرستی کو بھی سند جواز عطا کر دی ہے۔ طلاقوں کی بھرمار ہے۔ گھر ازدواجی سکون سے خالی ہیں۔ جوڑے عائلی ذمہ داریوں سے فرار چاہتے ہیں۔ اس لیے اولاد سے بے نیاز عائلی زندگی کا رجحان روز بروز پنپ رہا ہے۔ عورت جو مہر و محبت کا چشمہ اور گھر کا مرکز تھی ۔ صنعتی ترقی کی بھینٹ چڑھ چکی ہے۔ معاشی بوجھ اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھا لینے کے باوجود عزت کی زندگی سے محروم ہے۔ تشدد کا بڑھتا ہوا رجحان اس کی ذات کے بخیے ادھیڑ رہا ہے۔ وہ اپنی عصمت کے خریداروں کی تلاش میں سڑکوں پر کھڑی نظر آتی ہے اور بچے گھر کی چھت اور ماں باپ کے پیار سے محروم ہو کر مجرم بن رہے ہیں۔ بوڑھے افراد ''اولڈ ہومز'' میں آخری ہچکی کے انتظار میں ''یاد ماضی عذاب ہے یارب'' الاپ رہے ہیں۔ شادی کے تصور میں تبدیلی پیدا ہو چکی ہے۔ اب یہ مضبوط رشتہ نہیں بلکہ وقتی تعلق بن چکا ہے۔ خاندان کی اہمیت اور مقام میں کمی واقع ہو جانے سے عائلی زندگی بے رونق ہوتی جا رہی ہے۔ اگر انسانی تمدن اپنی بقا چاہتا ہے تو مکان کو پھر سے گھر بنانا انتہائی ضروری ہے۔

فصل دوم ''مسلم بالخصوص پاکستانی معاشرہ سے متعلقہ مسائل پر مشتمل ہے۔'' اسلام نے خاندان کی تاسیس اور تنظیم کے بہت سے جامع اور واضح اصول دیے ہیں۔ عائلی زندگی کی کامیابی ان اصولوں کی پیروی میں مضمر ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ جب تک ان اصولوں پر حقیقی معنوں میں عمل ہوتا رہا گھر پیار وسکون اور محبت والفت کا مرکز بنے رہے لیکن رفتہ رفتہ دیگر تمدنوں کے ساتھ اختلاط اور اثرات نے نکاح کی حیثیت مسلمانوں کی نظر میں کم کردی۔ ذمہ داریوں سے فرار اختیار کرنے کی بنا پر نکاح گریز رجحان مسلم معاشرے میں بھی جنم لے رہا ہے۔ کہیں کہیں بے نکاح ازدواجی تعلقات اپنا راستہ ہموار کررہا ہے۔ تو کہیں فطری راستے سے ہٹ کر غیر فطری تعلق (ہم جنس پرستی) کا رواج بھی شروع ہوتا نظر آرہا ہے۔ نئی نسل آزاد اختلاط کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ منگنی کے بعد ملاقاتیں شروع ہوجاتی ہیں اور اگر خدانخواستہ منگنی ختم ہوجائے تو کئی نئے مسائل پیدا ہوجاتے ہیں۔ تاخیر نکاح کا رجحان بڑھتا جارہا ہے۔ انتخاب کا بہت اونچا معیار، جہیز کے مسئلہ پر افراط وتفریط، ذات برادری، وٹہ سٹہ کی شادیاں، لڑکیوں میں اعلیٰ تعلیم اور ملازمت کا بڑھتا ہوا رجحان، شادی پر اٹھنے والے بے پناہ وسائل واخراجات نے نکاح کی حیثیت کو بہت متاثر کیا ہے۔

## باب چہارم: معاہدہ نکاح سے متعلقہ مسائل

اس باب میں معاہدہ نکاح سے متعلقہ تین موضوعات پر تحقیق کی گئی ہے۔ اختیار نکاح کی حدود وشرائط کیا ہیں؟ تعدد ازواج کے مقاصد وشرائط کیا ہیں اور عصر حاضر میں لوگوں کا رویہ کیسا ہے؟ مہر کی کیا اہمیت ہے۔ عصر حاضر میں مہر کے تعین میں افراط وتفریط کا جائزہ لیا گیا۔ نکاح سب معاشرتی معاہدوں میں سب سے اہم ترین معاہدہ ہے۔ یہ معاہدہ جبری نہیں ہے بلکہ اس میں فریقین کی پسند وناپسند کو بہت زیادہ اہمیت دگئی ہے۔ پاکستانی معاشرے میں اختیار نکاح سے تجاوز اگر ولی کرے تو جبری شادیاں جبری قبولیت، بچپن کی شادیاں اور عدم خیار بلوغ، وٹہ سٹہ، قرآن سے شادی اور ونی کی قبیح رسم منظر عام پر آتی ہیں اور اگر زیر ولایت اپنے اختیار سے تجاوز کرے تو فرار کی شادیاں ماں باپ بلکہ پورے خاندان کی عزت کو سربازار رسوا کرتی ہیں۔ اور اپنی زندگی ہمیشہ کے لیے عذاب میں ڈال لیتی ہیں۔ نہ تو ولی کا اختیار غیر محدود ہے کہ وہ جب چاہے اور جہاں چاہے زیر ولایت کو اس بندھن میں باندھ دے اور نہ ہی لڑکی کی پسند کا مطلب یہ ہے کہ وہ بڑوں کی پگڑی بازار میں اچھال دے۔

نکاح کی اہمیت اور انسانی فطرت کی ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر چار تک شادیوں کی اجازت دی ہے۔ عصر حاضر میں تعدد ازواج کی شرائط اور حقیقی مقاصد کو فراموش کردیا جاتا ہے جس کی بنا پر پہلی بیوی اور بچے مصائب کی زد میں آجاتے ہیں۔ ۱۹۶۱ء کے فیملی لاء میں اسلام کی بنیادی تعلیمات کے خلاف تعدد ازدواج پر بعض قانونی پابندیوں

کا اضافہ کیا گیا۔ حالانکہ قانونی پابندیاں نہیں جبکہ اخلاقی اقدامات اس میں اصلاح کر سکتے ہیں۔ اسلام نے تعدد ازدواج کی اجازت عدل کی شرط کے ساتھ دی ہے اور عدل نہ کر سکنے کی صورت میں دوسری شادی سے سختی سے منع کر دیا گیا۔ اور عدل نہ کرنے والے شخص کو روز قیامت بُرے انجام کی خبر دی گئی۔ عصر حاضر میں اگر افراد تقویٰ سے تہی دامن ہو چکے ہیں تو قانونی طور پر ایسے اقدامات ہونے چاہئیں کہ عدل کا قیام ممکن ہو سکے۔ اگر مرد پہلی بیوی کے حقوق پورے نہ کرے، بچوں کو نظر انداز کر دے، وہ نان جویں کے محتاج ہو جائیں تو عدل کے حصول کی راہیں انتہائی آسان، کھلی اور فراخ ہوں۔ تاکہ لوگ وقت ضرورت سلطان یا حکومت کی مدد حاصل کر سکیں۔ معاہدہ نکاح میں مہر بہت اہمیت رکھتا ہے۔ یہ عورت کا وہ حق ہے جسے عطا کرنے میں اسلام کو امتیازی مقام حاصل ہے۔ شرع میں مہر کی مقدار متعین نہیں ہے۔ بلکہ فریقین کی سہولت و آسانی اور خوشی کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ عصر حاضر میں یا تو مہر افراط کی حدوں کو چھورہا ہے اور لاکھوں کروڑوں کے مہر مہیا نہ ہونے کی بنا پر شادی ناممکن نظر آتی ہے۔ تو دوسری طرف تفریط یہ کہ رسم و رواج پر روپیہ پانی کی طرح بہا کر مہر کا خود ساختہ تصور شرعی مہر سوا بتیس روپے خیال کیے جاتے ہیں۔ اور مہر کی ادائیگی محض عورت کے مہر کی رقم کو ہاتھ لگانے کو کافی خیال کیا جاتا ہے۔ دکھلاوے کے لیے مہر کی بڑی بڑی مقدار مقرر کی جاتی ہے جبکہ ادا کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا۔ مہر عورت کا حق ہے۔ اس کا خوشدلی سے ادا کیا جانا ضروری ہے۔ ایک سروے کے ذریعے عوام کے رجحان کا جائزہ لیا گیا۔

## باب پنجم: حقوق الزوجین سے متعلقہ مسائل

شادی محض افراد کے ایک معاہدہ کے ذریعے اکٹھے رہنے کا نام نہیں بلکہ یہ معاشرے کا اہم اور بنیادی یونٹ ہے جو افراد کی تیاری کا اہم ترین فریضہ انجام دیتا ہے۔ یہ ادارہ اپنے مقاصد کے حصول میں اس وقت کامیاب ہو سکتا ہے جب سب اداروں کی طرح اس کے فریقین پر کچھ ذمہ داریاں ہوں۔ یہ ذمہ داریاں دوسرے فریق کے حقوق ہوتے ہیں۔ فریقین کا کچھ مقام اور کردار ہو۔ اسلام نے عورت کو مرد کے برابر حقوق عطا کیے۔ لیکن ادارے میں اختیارات کو ارتکاز دینے کے لیے مرد کو نگہبان بنایا۔ اسے قوامیت کی ذمہ داری دی۔ اس باب میں اس بات کا جائزہ لیا گیا کہ نکاح کے بعد زوجہ کی کیا حیثیت ہوگی؟ اس کے مالی اختیارات کی حدود کیا ہوں گی۔ مرد کی قوامیت کی حدود کیا ہیں؟ کیا عورت واقعی لونڈی ہوگی یا معاہدے میں برابر کی فریق ہوگی۔ اسلام عورت کی فطرت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس مرد کی قوامیت کا مطیع بناتا ہے لیکن قوامیت اگر حدود سے بڑھ جائے تو عورت کو لونڈی سے بھی بدتر مقام دیا جاتا ہے۔ کیا لونڈی کی گود سے آزاد انسانوں کا پروان چڑھنا ممکن ہے۔ جو اعتماد اور جرات رکھتے ہوں اور زمانے کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر دیکھ سکیں۔ ماں کی گود بچے میں احساسات منتقل کرتی ہے۔ بے بس، لاچار، مجبور اور کچلی ہوئی عورت

احساس کمتری کے سوا کیا دے سکتی ہے؟ مرد اگر اپنے اختیارات میں تجاوز کرے تو عورت کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کے رکھ دیا جاتا ہے۔ کارو کاری اور غیرت کے نام پر قتل اور زندہ زمیں میں دفن کرنے کے واقعات جنم لیتے ہیں۔ عائلی ادارہ کا سکون باہم حسن معاشرت سے ہی قائم رہ سکتا ہے لیکن عصر حاضر میں زوجین میں حسن سلوک کا فقدان ہو چکا ہے۔ خواتین پر ظلم وتشدد روز کا معمول بن چکا ہے۔ جبکہ ہمارے سامنے نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ ہے۔ آپ ﷺ ازواج مطہرات کا خیال نازک آبگینوں کی مانند رکھتے تھے۔ شادی کے بعد زوجہ کی معاشی کفالت اور رہائش کی ذمہ داری شوہر پر آتی ہے۔ اگر اس ذمہ داری کو بطریق احسن ادا نہ کیا جائے تو بے شمار مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ سسرال کے ساتھ سکونت کی بناء پر عائلی مسائل جنم لیتے ہیں لیکن کیا بوڑھے والدین کو بے سہارا چھوڑ دیا جائے گا۔ تاہم سسرال کے ساتھ سکونت میں زوجہ کو ایسا ماحول ملنا ضروری ہے جو اس کی دینی اور معاشرتی ذمہ داریوں کے ادا کرنے میں معاون ہو۔ شوہر کی خدمت کی کیا حدود ہیں؟ کیا گھریلو کام عورت کی قانونی ذمہ داری ہے یا اخلاقی فرض ہے۔ سسرال کی خدمت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ قانونی طور پر ذمہ داری کی حدود کیا ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ بعض خواتین پر گھریلو کام اور سسرال کی خدمت کا اتنا بوجھ ڈال دیا جاتا ہے کہ جیسے وہ کرائے کی ملازمہ ہوں جس کی بنا پر میاں بیوی کے درمیان رفاقت اور شفقت کی حقیقی روح پیدا نہیں ہوتی ہے اور اس کے برعکس ایک رجحان بڑی تیزی سے ابھر رہا ہے کہ گھریلو ذمہ داریاں عورت پر اخلاقی اعتبار سے بھی لازم نہیں اور سسرال محض شوہر کی ذمہ داری ہے۔ حالانکہ شادی محض دو افراد نہیں بلکہ دو خاندانوں کے باہم روابط کا باعث بھی ہے۔

## باب ششم: زوجین کی علیحدگی، بچوں کی حضانت اور وراثت سے متعلقہ مسائل

اس باب میں چار فصلیں ہیں۔ فصل اول شوہر کا علیحدگی کا اختیار...... حدود وتقاضے ہیں۔ اس میں طلاق کا مفہوم، طلاق کی کثرت، کثرت طلاق کی وجوہات، معمولی باتوں پر طلاق، انتقامی طور پر طلاق دینا، والدین کے اصرار پر طلاق، طلاق ثلاثہ کا بڑھتا ہوا رجحان اور طلاق کے آداب سے ناواقفیت کی بنا پر پیدا ہونے والے مسائل کا جائزہ لیا گیا۔ مسلم معاشرے میں طلاق کی شرح اس تیزی سے بڑھ رہی ہے کہ ارباب فکر ونظر چونک اٹھے ہیں اور اسے عائلی نظام کے لیے خطرے کی گھنٹی قرار دیا ہے۔ طلاق ثلاثہ کے بڑھتے ہوئے رجحان نے بے شمار مسائل کو جنم دیا ہے۔ اور پھر حلالہ کی قبیح رسم نے عورت کو پریشانی سے دوچار کر دیا ہے۔ والدین کے حکم پر طلاق کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کسی بھی اخلاقی برائی کے بغیر محض والدین کے کہنے پر عورت کی زندگی برباد کی جاسکتی ہے۔ بچوں کو ماں کی شفقت سے محروم کیا جاسکتا ہے یا اس کی کچھ حدود ہیں؟ طلاق کی راہ میں کچھ رکاوٹیں حائل کی گئی ہیں اور کچھ آداب مقرر کیے گئے ہیں۔ طلاق رجعی کے بعد عورت کو گھر سے نکالنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ تاکہ اصلاح کی کوئی صورت

نکل آئے۔ مطلقہ خواتین کو درپیش مسائل پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

فصل دوم ''علیحدگی کا اختیار، خلع سے متعلقہ مسائل'' ہے۔ خلع کی تعریف اور عصر حاضر میں خلع کا جائزہ اور اس سے متعلقہ قانونی مسائل کا جائزہ لیا گیا۔ خلع کے جواز پر بحث کی گئی۔ معقول وجہ کے بغیر خلع جائز نہیں۔ لیکن معقول وجہ کا تعین عورت پر منحصر ہے۔ خلع میں عوض کی کیا حدود ہیں؟ خلع کن الفاظ سے منعقد ہوگا؟ الفاظ ضروری ہیں یا مال کا موجود ہونا اور مرد کا اس کو قبول کر کے کسی بھی لفظ کے ساتھ عورت کو آزادی دینا خلع ہے۔ خلع طلاق ہے یا فسخ؟ خلع کی عدت کیا ہوگی؟ مسئلہ خلع قاضی کے اختیارات کی حدود کیا ہیں؟ کیا مناسب وجوہات کی موجودگی میں شوہر کی مرضی کے برعکس قاضی خلع کا حکم دے سکتا ہے یا نہیں؟

فصل سوم ''زوجین کی علیحدگی اور بچے کی حضانت'' ہے۔ اس میں جائزہ لیا گیا ہے کہ حضانت سے کیا مراد ہے؟ حضانت کی زیادہ حقدار ماں ہے۔ ماں کے حق فائق کی علت کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ زوجین کی علیحدگی کا سب سے برا اثر بچے کی شخصیت اور اس کے مستقبل پر پڑتا ہے۔ وہ ایک گھنی چھاؤں سے محروم ہو جاتا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ بچے کی فلاح و بہبود کے پیش نظر اس کو ماں کے حوالے کیا جائے تاکہ شفقت کے ساتھ اس کی پرورش ممکن ہو سکے۔ تاہم اگر عورت دوسری شادی کرے تو اس محبت اور شفقت کے معدوم ہونے کے امکان کی بنا پر عورت کے حضانت کے فائق حق کو ختم کر دیا گیا۔ بعض حالات ایسے بھی ہو سکتے ہیں کہ دوسری شادی کے باوجود عورت بچے کی حضانت کا حق ادا کر سکتی ہے۔ ایسی صورت میں صغیر یعنی بچے کی مصلحت کے پیش نظر قاضی عورت کو حق حضانت دے سکتا ہے کیونکہ نابالغ کی بہبود (Welfare of the Minor) حضانت کا بنیادی اصول ہے۔ پرورش میں اصحاب حقوق کی ترتیب، شروط حضانت، پرورش کی اجرت، مدت حضانت کا اختتام جیسے مباحث پر تحقیق کی گئی ہے۔

فصل چہارم ''یتیم پوتے کی وراثت'' ہے۔ وراثت انسانی مالی ذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ ہے جو معاشی مضبوطی فراہم کرتا ہے۔ اسلام میں وراثت کے احکام کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اس کے سیکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تین اہم ترین علوم میں اس کو شمار کیا گیا۔ قرآن وسنت میں ورثاء کی تفصیل بیان کر دی گئی ہے۔ ذوی الفروض کا تعین کر دیا گیا ہے۔ موانع میراث بھی بیان کر دیے گئے ہیں۔ اسلامی قانون وراثت کی رو سے یتیم پوتا دادا کی وراثت کا حق دار نہیں اگر اس کا چچا موجود ہو۔ کیونکہ الاقرب فالاقرب کے اصول کے تحت جائیداد تقسیم ہوتی ہے۔ تاہم اسلام نے یتیم پوتے کو محروم نہیں رکھا۔ اس کی کفالت کی ترغیب دی گئی اور وراثت کے ساتھ ساتھ وصیت کا قانون موجود ہے اگر دادا واقعی خیر خواہ ہو تو وہ ایک تہائی مال میں وصیت کر سکتا ہے۔ ابتدائی ادوار سے لے کر عصر حاضر تک

یہ معاملہ یونہی چلتا رہا ہے۔لیکن قیام پاکستان کے بعد فیملی لاء میں قانون وراثت میں بھی تبدیلی کی کوشش کی گئی اور محروم الارث پوتے کو دادا کی میراث میں حق دار ٹھہرانے کا قانون بنایا گیا۔ حالانکہ شارع اس کی علت کو خوب جانتا ہے اور مصلحت سے بھی بخوبی واقف ہے۔ قانون وراثت میں تبدیلی لانے کی بجائے قانون وصیت کا نفاذ ضروری ہے۔

## باب ہفتم: نتائج، سفارشات و تلخیص

اس باب میں تحقیق کے نتائج ترتیب سے بیان کیے گئے ہیں۔ عائلی مسائل بڑی تیز رفتاری سے بڑھ رہے ہیں۔ گھر دن بدن ان مسائل کی لپیٹ میں آ کر حقیقی مقاصد کے حصول میں ناکام ہوتا جا رہا ہے۔ان مسائل کا سبب دین سے ناواقفیت ، قبائلی و علاقائی رسوم و رواج کے اثرات، اور افراد کے باہمی رویے نے اس کو بہت متاثر کیا ہے۔عورت بہت زیادہ مسائل کا شکار ہو چکی ہے۔عورتوں کا ملازمت کی طرف بڑھتا ہوا رجحان عائلی زندگی کو متاثر کر رہا ہے۔اور مردوں کی طرف سے عورت کی ملازمت مطلوبہ خصائص میں شامل ہو چکی ہے۔عورت کی حیثیت اور مقام بہت متاثر ہو چکا ہے۔ عائلی اصلاح بہت ضروری ہے۔ عائلی اصلاح کی جو کوششیں کی گئی ہیں ان کا رخ درست نہیں۔مشترکہ طرز رہائش بھی مسائل میں اضافے کا باعث ہے۔ان مسائل کا جلد از جلد حل ہونا نوع انسانی کی بقا اور معاشرے کے تحفظ کے لیے بہت ضروری ہے۔ سفارشات میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ عائلی زندگی جو معاشرے کی تعمیر کی بنیادی اینٹ ہے، اس کی درستگی اور اصلاح کے لیے عائلی تربیت کا اہتمام کیا جائے۔ باہم حق تلفیوں کا ازالہ اور زوجین میں موافقت اور ہم آہنگی کی تدابیر اختیار کی جائیں۔ والدین بچوں کی مشاورت سے اور بچے والدین کی مشاورت کے ساتھ عائلی زندگی کا آغاز کریں۔ خاندان کو عائلی اصلاح میں مضبوط کردار ادا کرنا چاہیے۔گھریلو سکون کے لیے عورت کے ساتھ نرمی، شفقت اور محبت ضروری ہے۔ بڑھتے ہوئے گھریلو تشدد کا سد باب ضروری ہے۔ مشترکہ رہائش سے پیدا شدہ مسائل کی طرف توجہ کرنا انتہائی اہم ہے۔ مردوں کے رویے کی اصلاح کی جائے۔ گھر میں عورت کو اس کے مرکزی کردار کی اہمیت کا علم ہو۔حق طلاق کے غیر ذمہ دارانہ استعمال میں رکاوٹ ڈالی جائے۔ مطلقہ کے ساتھ معاشرتی رویے تبدیل کیے جائیں۔ عائلی اصلاح میں ذرائع ابلاغ اپنا اہم او رموثر کردار ادا کریں۔ خدانخواستہ اگر فریقین ایک دوسرے پر ظلم و تعدی کا ارتکاب کریں تو مضبوط عدالتی نظام ان کی داد رسی کے لیے موجود ہو۔ قانون کا کردار فعال ہونا چاہیے۔ اور جہاں ضروری ہو اسلام کی بنیادی روح کو مدنظر رکھتے ہوئے قوانین میں ترمیم کی جائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆